© rasailojaraid.com

محترم جناب ہاشمی صاحب

میڈیا وار ! استعمار کی عالمی یلغار

تیسری عالمگیر سرد جنگ کے خاتمے کے بعد چوتھی جنگ کا آغاز ہو چکا ہے، جس کا ہدف "انسانی اقدار" اور تہذیب ہیں۔

ذیل کا مقالہ اس لحاظ سے دلچسپ اور عبرت انگیز ہے کہ مغربی دنیا اور یہودی لابی کس طرح پوری دنیا میں سیکولر تہذیب کے غلبہ و اقتدار کی راہ ہموار کر چکی ہے، مقالہ نویس کے تمام مندرجات اصطلاحات اور آراء اور ترغیبات سے ضروری نہیں کہ من و عن اتفاق کر لیا جائے مگر یہ بہرحال سوچنے کی بات کہ استعمار کی عالمی یلغار میڈیا وار کے مقابلہ میں مسلمانوں کو نسا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیئے۔ (ادارہ)

انسانی تمدن میں تبدیلی و ارتقاء کا عمل حضرت آدم کی تخلیق کے ساتھ ہی شروع ہو گیا تھا۔ لیکن ابتداء میں یہ عمل گھڑی کے کانٹے کی رفتار سے بھی سست رو تھا، شاید اسی لیے اس وقت گھڑی ایجاد نہیں ہوئی تھی۔ وقت جوں جوں آگے بڑھتا گیا، انسانی تمدن تغیرات کی زد میں آتا گیا اور ان تبدیلیوں کی رفتار بھی پہلے سے تیز تر ہوتی گئی۔ ایک وقت آیا کہ ہزار سال میں انسانی علوم کا ذخیرہ دوگنا اور تبدیلیوں کا چکر مکمل ہونے لگا۔ پھر یہ عمل پانچ سو سال میں، پھر سو سال میں، پھر سو سال میں پورا ہوتا ہوا محسوس ہوا۔ بیسویں صدی انسانی تاریخ کی پہلی صدی ہے جس میں سو سال کے اندر انسانی علوم کئی گناہ بڑھ گئے اور متعدد جوہری تبدیلیاں یا انقلابات تاریخ کی اسکرین سے گزرے اور اس وقت بھی گزر رہے ہیں۔ بیسویں صدی تیز تر، حیرت انگیز اور ہمہ گیر انقلابات کے ہجوم سے عبارت ہے۔ یہ ہجوم چھٹا نہیں، مسلسل بڑھ رہا ہے اور اس وقت بھی کہ جب موجودہ صدی کے محض چند سال باقی رہ گئے ہیں، زمانے کی گردش اور تبدیلیوں کا چکر تیز تر ہوتا جا رہا ہے۔

بیسویں صدی ایجادات، تخلیقات، تنوع اور تسخیر ارض و سما کی سمت بڑی پیش رفت کی صدی بھی ہے یوں تو آج کی غالب تہذیب اس صدی کی پیداوار نہیں، کوئی چار پانچ صدیوں نے اس کی پرورش کی ہے۔ لیکن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انسانی تہذیبوں نے جو دولت، قوت اور وسائل حاصل کیے تھے وہ تنہا اس صدی کے حاصلات کے آگے ماند پڑ جاتے ہیں۔ کسی انسانی تہذیب نے وہ آلات، وہ علم، وہ قدرت اور وہ ہتھیار نہیں بنائے جو آج کی انسانی تہذیب کی دسترس میں ہیں۔ برقی قوت سے لے کر خلائی جہازوں تک، زمین کی تہیں چیرنے سے سمندر میں غوطہ زنی تک اور ایٹم بم سے کمپیوٹر تک انسانوں کے ہاتھ جو کچھ آج ہے کبھی نہیں تھا۔ اسی لیے جہاں آج کا دور تیز تر تبدیلیوں کا دور ہے وہاں یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ تہذیبی جبر ابھی تک ناشکستہ ہے۔ یعنی قومیں اور قوتیں ابھرتی اور ڈوبتی جا رہی ہیں۔ لیکن باطل تہذیب، سیکولر تہذیب جوں کی توں ہے۔ تاج برطانیہ کا زوال ہوا، امریکی استعمار اپنے خول سے باہر نکل آیا، جرمنی اور جاپان منہ کے بل گرے، سوویت یونین تشکیل پایا اور پارہ پارہ بھی ہو گیا۔ لیکن سیکولر تہذیب اپنی تمام تر قہرسامانیوں کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ انسان ابھی تک اسی کا اسیر ہے اور انسانی نصب العین اسی تہذیب میں اپنے لیے بلند تر اور رفیع تر منصب کا حصول ہے۔ انقلابات عالم کے باوجود تہذیب حاضر و موجودہ کا استقرار نتیجہ ہے اس بات کا کہ کائناتی وسائل میں سے جو گرانبہا حصہ اسے ملا ہے، وہ ماضی کی تمام تہذیبوں سے بہت زیادہ ہے۔ اسی لیے ابھی تک سیکولرازم ناشکستہ ہے۔

آج کی انسانی تہذیب کے ہاتھوں میں جدید میزائل، ٹینک اور طیارے، ایٹم اور ہائیڈروجن بم ہیں جو اگر پوری طرح استعمال ہو جائیں تو زمین پر کوئی انسان زندہ ہی نہیں بچے گا۔ پھر کہاں کی تہذیب اور کیسا تمدن۔ تباہی کی یہ صلاحیت بھی پہلی بار اس صدی میں انسانوں کے ہاتھ آئی ہے۔ اس نے چھوٹے پیمانے پر اس تباہی کا مزہ بھی چکھ لیا ہے جب ہیروشیما اور ناگاساکی پر دو ایٹم بم گرائے گئے۔ کہتے ہیں کہ اس تباہی نے دوسری عالمگیر جنگ کو مزید تباہ کن ہونے سے روک دیا اور جنگ کا خاتمہ کر دیا۔ لیکن اس کے بعد تقریباً چھیالیس سال تک دنیا میں ایک نئی طرح کی عالمگیر جنگ جاری رہی۔ عرف عام میں اسے سرد جنگ کہا گیا۔

سرد جنگ دراصل تیسری عالمی جنگ تھی۔ جس میں کوئی ایٹم بم گرا اور نہ اپنے وقت کی دونوں حریف سپر طاقتوں کی افواج باہم ٹکرائیں۔ لیکن اس کے باوجود ایٹم بم کی دھونس نے ساری دنیا کو دو کیمپوں میں بانٹ کر ایک نئی طرح کی کشمکش میں مبتلا رکھا۔ یہ جنگ پوری انسانیت کے اعصاب پر سوار تھی۔ اس تیسری عالمی جنگ کا خاتمہ کسی ایٹم بم کے استعمال سے نہیں ہوا۔ جیسا کہ دوسری عالمی جنگ کے معاملے میں ہو چکا تھا۔ شاید ایسا ممکن بھی نہیں تھا۔ اس بار کوئی ایک طاقت کوئی دوچار بم استعمال کر کے معاملہ صاف نہیں کر سکتی تھی۔ اس کے برخلاف ایٹمی اسلحہ خانہ سارے کا سارا خالی ہو جاتا اور ساتھ ہی انسانی تہذیب کا خاتمہ بھی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دنیا بھر میں موجودہ جوہری کیمیائی، اعصابی، حیاتیاتی اور جملہ اقسام کے مہلک ہتھیار حتمی طور پر ایک بار اور آخری بار ہی استعمال ہو سکیں گے۔ اس سے پہلے جو بھی مقامی یا عالمی جنگیں لڑی جائیں گی۔ ان میں کم از کم جوہری اسلحہ کا استعمال نہیں ہو سکے گا۔ ہماری

© rasailojaraid.com

رائے میں مستقبل قریب میں کوئی جوہری جنگ متوقع نہیں۔ چاہے ایٹم بم پانچ ملکوں کے پاس ہو یا سات کے پاس یا سترہ یا ستر کے پاس۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا تیسری عالمگیر جنگ (سرد جنگ) کے خاتمہ کے بعد دنیا عالمی سطح کی معرکہ آرائیوں، کشمکش اور جنگوں کے دور سے نکل آئی ہے؟ ہماری رائے میں ایسا نہیں ہوا ہے۔ بلکہ اب چوتھی عالمگیر جنگ شروع ہو چکی ہے جو اقداری اور تہذیبی جنگ کی شکل اختیار کرے گی اور جس میں غالب تہذیب اور اس کے کیمپ کا موثر ترین ہتھیار نہ ایٹم بم ہوگا اور نہ میزائل اس کے برعکس ابلاغ عامہ (MASS MEDIA) کا "اسلحہ" موثر ترین کردار ادا کرے گا۔ ہماری رائے میں انسانی تہذیبوں نے اس سے زیادہ مہلک، دور رس اور نتیجہ خیز ہتھیار نہیں بنائے۔ نہ ایٹم بم نہ راکٹ، نہ میزائل، نہ ٹینک، نہ آبدوز، نہ طیارے کوئی بھی اس سے زیادہ موثر نہیں

انسان اپنے خیالات دوسروں تک پہنچانے کے لیے اول دن سے الفاظ، علامات اور نقوش کا سہارا لیتا رہا ہے۔ پہلے زبان استعمال ہوتی تھی۔ پھر پتھر، پتے اور چمڑے کا استعمال شروع ہوا، قلم اور کاغذ ایجاد ہوئے۔ پرنٹنگ پریس لگے۔ کتب، رسائل، اخبارات اور میگزین نکلے، اس صدی کے آغاز پر ریڈیائی لہروں کی دریافت ہوئی۔ ریڈیو ٹرانزسٹر، ٹیلی فون، ٹیلی پرنٹر، ٹیلیکس، فیکس، ٹیلی ویژن اور اب کمپیوٹر اور سٹیلائٹ چینل۔ گویا ابلاغ کے طرح طرح کے اور جدید سے جدید تر ذرائع کی ایجادات کا سلسلہ لگا ہوا ہے۔ دنیا کا گوشہ گوشہ آنکھوں کے سامنے ہے۔ گویا پرانی کہانیوں کا جام جہاں نما ہاتھ آگیا ہے۔ اسی طرح انسان کے جسمانی طور پر آنے جانے اور پہنچنے اور اشیاء پہنچانے کے تیز تر آلات بنا لیے گئے ہیں۔ مہینوں کا سفر دنوں میں بلکہ گھنٹوں میں طے ہونے لگا ہے۔ اڑن کھٹولا کہانیوں سے نکل کر حقیقی زندگی میں آن پہنچا ہے۔ انہی دو اسباب سے یہ کہا جانے لگا ہے کہ دنیا ایک مختصر سے گاؤں میں تبدیل ہو چکی ہے۔ یہ زمینی گاؤں (GLOBAL VILLAGE) اتنا مربوط اور باہم اتنا اثر انداز ہونے اور اثر لینے والا بن چکا ہے کہ اب کوئی شہر، خطہ، ملک الگ تھلگ نہیں رہ سکتا۔ نظریات اور واقعات کسی پہاڑ، ندی نالے یا سمندر و صحرا کے سامنے ٹھہر اور ٹھٹھر نہیں جاتے بلکہ ہوا کے دوش پر اور لہروں کی سواری پر ساری رکاوٹیں اور سارے فاصلے بے اثر کرتے چلے آتے اور چلے جاتے ہیں۔

اسی ضمن میں تیسرا اہم عنصر عالمی معیشت اور تجارت کا فروغ ہے پہلے بھی ملکوں کے درمیان ایسے روابط تھے اور اس سلسلے میں ایک کا اثر دوسرے پر پڑتا تھا۔ مگر اب تو ملٹی نیشنلزم کا ایسا جن بوتل توڑ کر نکل آیا ہے کہ ماضی قریب کی نیشن اسٹیٹس ہوں یا جغرافیائی اور نظریاتی آہنی دیواریں یہ سب کو پھلانگتا ہوا ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر ہو جاتا ہے۔ اب ملٹی نیشنل کمپنیاں اور بین الریاستی ادارے خود ریاست سے بلند تر اور موثر تر

© rasailojaraid.com

ہو چکے ہیں۔

آج کی گلوبل ویلیج یا ارضی گاؤں میں آسان و سریع آمد و رفت، ہمہ گیر و ہمہ وقت اور چشم زدن میں کوندے کی طرح لپکنے والے ذرائع ابلاغ اور ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لیتے ہوئے عالمی تجارتی ادارے گویا ایسی منلات بنا رہے ہیں جو آج کی پوری انسانیت کو اپنی گرفت میں کس لے گی۔ دولت اور پیدائش دولت کے ذرائع مٹھی میں رکھنے والے، ذرائع ابلاغ کی مدد سے انسانی اذہان، قلوب، جذبات اور احساسات، خواہشات، اقدار، روایات، تعلیم، سماج، شخصیت سازی یہاں تک کہ حکومت و ریاست سازی کو بھی کنٹرول کریں گے۔ کچھ نادیدہ ہاتھ واقعات کی اسٹیئرنگ کو حسب خواہش گھمائیں گے اور خوب و ناخوب کے نت بدلتے پیمانوں کے گرد ساری انسانی دنیا کو گردش دیں گے۔

روزمرہ کی زندگی میں آپ دیکھتے ہیں کہ کس طرح ابلاغی حربوں سے کچھ کا کچھ کر دیا جاتا ہے۔

سیاسی نعرہ یا کسی کمپنی کی مصنوعات کا اشتہار ابلاغی ذرائع سے بچے بچے کی زبان پر آجاتا اور ہر محفل و مجلس کا موضوع بن جاتا ہے۔ آپ چاہیں یا نہ چاہیں میڈیا آپ کی زندگی میں دخیل ہے۔ آپ کے بچوں کا استاد ہے۔ خود آپ کا رفیق بلکہ رہنما ہے کہ کیا اور کیسا کھائیں، کیا اور کیسا پہنیں، کہاں اور کتنی جگہ پر رہیں، کیا اور کس کو چاہیں، کیا اور کس کو اپنائیں یا ترک کریں ـــ فیصلہ آپ نہیں کرتے، آپ سے کرایا جانے لگا ہے۔ وہ بھی اس طرح نہیں کہ آپ جبر محسوس کریں بلکہ مسمرائز ہو کر آپ خوشی سے عمل کر رہے ہوتے ہیں۔ پچھلے رمضان المبارک میں پاکستانی الیکٹرانک میڈیا نے ایک کمپنی کے فلیش جوتوں کی ایسی اشتہار بازی کی کہ مارکیٹ میں ان جوتوں کا حصول دشوار ہو گیا ادھر مال آتا اور ادھر نکل جاتا۔ ایک چھوٹی متعدد کمپنیوں نے ایسے جوتے بنانے شروع کر دیئے تب بھی سپلائی طلب سے کم ہی رہی یہ جوتے ہر بچے کی چاہت بن گئے۔ مہنگے داموں ملنے والے اس جوتے کا اشتہار دیکھ کر ہی سوچا کرتا تھا کہ جو باپ اپنے بچے کو یہ جوتے نہ دلا سکے گا وہ بچے کی ناآسودہ خواہش اور اصرار دیکھ کر ذہنی مریض بنے گا اور بچہ بھی احساس محرومی سے گھائل نفسیات کے ساتھ جوان ہوگا۔ یہ تو ایک مثال ہے، بہت محدود دائرہ کی لیکن اس کے مطابق آپ فہرست بنانے چلے جائیے۔ آپ کو اپنی نسل کا مستقبل صاف نظر آنے لگے گا۔ مستقبل کا معاشرہ مادی کشاکش اور ناآسودہ روحوں کی آویزش سے تڑپتا دکھائی دے گا۔

آیئے! اس بات کو ذرا وسیع تر کینوس میں دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ۱۹۷۹ء میں ایران کے انقلاب نے مغرب کے اہل دماغ اور پالیسی سازوں کو ہکا بکا کر دیا تھا۔ وہ مبہوت تھے۔ ان کے سارے جائزے، اندازے اور منصوبے خاک میں مل گئے تھے۔ ان کا مضبوط کھونٹا شہنشاہ ایران یوں اکھڑ چکا تھا جیسے کہ ریت،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں کوئی تنکا کھڑا تھا۔ ذرا کی ذرا میں اڑ کر بکھر گیا۔ مغربی مدبرین، سفارت کاروں، سیاست کاروں اور دانشوروں کو اندازہ ہی نہ ہو سکا کہ ایران میں انقلابی جذبات اور انقلابی تحریک گھاس میں پانی کی طرح پھیل چکی ہے۔ شاہ کا سارا ٹھاٹ باٹ پڑا رہ گیا۔ اس کی دولت و سطوت، اس کی سپاہ اور اس کے سراغ رساں ادارے سب دھرے رہ گئے۔ مغربی تہذیب کے کاسمیٹکس ایرانی شہری زندگی کا غازہ بن چکے تھے، لیکن بے کار گئے۔ انقلابی لہروں نے شاہ، شاہ کے وفاداروں، اس کی افواج، اس کے اداروں، سب کو تلپٹ کر کے رکھ دیا۔ نہ وہ خود اپنا دفاع کر سکا اور نہ مغرب اس کو بچا سکا۔

ایران کا یہ انقلاب اہل مغرب کے لیے ایک ڈراؤنا خواب تھا۔ آج بھی وہ اس سے پیچھا نہیں چھڑا پا رہے ہیں۔ مغرب کے اہل دماغ اور حکمت کار اس واقعہ کے بعد سیکڑوں مطالعاتی گروپوں میں اس بات پر غور کرنے لگے کہ وہ حساب ہمارا جوں کا توں — کنبہ لیکن ڈوبا کیوں؟" — برسوں کے سوچ بچار کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ اصل اہمیت عوام کی ہے۔ جمہوریت، آزاد روی اور ابلاغیات کی ترقی نے حکمرانوں سے ان کا بلا شرکت غیرے اقتدار اور فیصلہ کن کردار سلب کر لیا ہے یا اس میں معتدبہ کمی کر دی ہے۔ چنانچہ مغربی استعمار نے اپنا نیا ایجنڈا مرتب کیا جس کے چیدہ نکات درج ذیل ہیں۔

(۱) حکمرانوں کو اخلاقی اور مالی لحاظ سے کرپٹ کر دیا جائے۔ اس کے ساتھ معاشرے میں موجود اشرافیہ (ELITE) کو بھی دولت اور ہوس کا پجاری بنا دیا جائے تاکہ وہ استعماری منصوبوں میں مزاحم نہ ہو بلکہ معاون بنے۔

(۲) مسلم عوام کی خصوصاً اور سابق تیسری دنیا سے متعلق ہر قوم کی قلب ماہیت کر دی جائے۔ ان کی سوچ و فکر، ان کی اقدار و روایات، ان کی پسند و ناپسند اور ان کے معیارات بدل دیئے جائیں۔ ان کا انفرادی نصب العین حاضر و موجود تہذیب باطلہ کی روشنی سے جگمگانا اور شکم و شہوت کے بتوں کے گرد چکر کھاتا ہو۔ کوالٹی آف لائف پر سارا زور ہو۔ مگر یہ کوالٹی صرف مادی اور حیوانی حوالوں سے ہو، اس کا کوئی اخلاقی و روحانی جہت نہ ہو۔ دوسری طرف ان اقوام کا کوئی اجتماعی نصب العین نہ بننے پائے اور اگر پہلے سے کوئی ہے تو وہ ختم ہو جائے۔ اگر کوئی اجتماعی مطمح نظر ہو تو وہ عالمی استعماری بینڈ میں "شامل باجا" سے زیادہ کردار ادا نہ کرے۔

(۳) کھلی معیشت اور منڈی کی معیشت جیسے نعرے دے کر ملٹی نیشنلزم کو فروغ دیا جائے۔ یہ بین الاقوامی کمپنیاں دراصل مغربی تہذیب کی داعی، ترویج کار اور پشتیبان ہوں گی اور استعمار کے فروغ و مقاصد کے حصول کا وسیلہ بھی۔ مسلم دنیا کے آگے ڈھیر ہوگی۔ ان کی حیثیت ایک صارف معاشرے (CONSUMER

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(SOCIETY سے زیادہ کچھ نہ ہوگی۔

(۴) لبرلزم کو فروغ دے کر اور فرقہ وارانہ تضادات کو بھڑکتی آگ بنا کر ایک طرف مسلم اقوام سے روح جہاد سلب کر لی جائے تو دوسری طرف ان کا اتحاد پارہ پارہ کر دیا جائے۔ پھر کہاں کی تحریک، کیسی انقلابیت اور کون سے امتیازی نظریات؟ گویا مسلمان نہیں راکھ کا ڈھیر ہوگا جو سیکولر تہذیب کی آندھیوں کا بکھرتا چلا جائے گا۔

(۵) مسلم سوسائیٹیز میں مذہبی اور لسانی اقلیتوں کو بین الاقوامی اہمیت دے کر ان کے اندر "قومی" خودشناسی اور اکثریت سے بیزاری پیدا کی جائے۔

(۶) مسلم عوام کے لاشعور میں پنہاں عقیدتوں اور تصورات کے محل اس طرح رفتہ رفتہ مسمار کر دیئے جائیں کہ انہیں اس کا شعور بھی نہ ہو اور کام بھی تمام کر دیا جائے۔ اس پہلو سے وقتاً فوقتاً مسلم معاشرے کا درجہ حرارت اور اپنی پیش قدمیوں کو ماپنے کے لیے شیطان رشدی، تسلیمہ نسرین اور توہین رسالت جیسے سانحات دانستہ پیدا کروائے اور مشہور کیے جاتے ہیں۔

(۷) خاندانی نظام کو غتربود کر دیا جائے۔ بوڑھے والدین اور بالآخر اپنے بچے بھی بوجھ بن جائیں۔ زندگی گزارنے کا عمل مہنگا کر دیا جائے تاکہ شرفاء کی عورتیں بھی کام کاج کر کے گھر کی آمدنی بڑھانے پر مجبور ہو جائیں۔ ہمارے ملک میں بے تحاشہ مہنگائی کا ایک ہدف یہ بھی ہے اور مہنگائی کیونکر بڑھ رہی ہے اس کھلے راز سے سب واقف ہیں۔ عالمی استعمار کے مالیاتی اداروں کا اس باب میں کردار جتنا گھناؤنا ہے اتنا ہی نمایاں بھی ہے۔

(۸) بنیاد پرستی کے جراثیم جس جس خطے، ادارے اور طبقے میں پائے جائیں۔ وہاں "جراثیم کش" چھڑکاؤ کر دیا جائے۔ ٹریڈ یونینوں کا خاتمہ، تعلیمی اداروں سے نظریات کی اور تخلیقی ماحول کی رخصتی۔ وہاں سے صرف منشی مستری اور مشتہرین خوشنما ڈگریوں اور ٹائیٹلز کے ساتھ باہر آئیں۔ یہ ایم بی اے پیدا کرنے والے ادارے یہ ہماری انجینئرنگ اور میڈیکل کی فیکلٹیاں، یہ ہنرمند بنانے والے نام نہاد ادارے — بظاہر یہ ماہرین پیدا کر رہے ہیں اور ہزاروں پیدا کر چکے ہیں۔ لیکن ذرا غیر جذباتی ہو کر جائزہ لیجیے تو کیا یہ چلتے ہوئے نظام اور وقت کے ساہوکار کے منشی، مستری، مشتہرین اور خدمتگار نہیں؟ آخر پاکستان میں اعلیٰ تخلیق کار، سائنسدان، ریسرچ اسکالرز پیدا ہونا کیوں بند ہو گئے؟ جتنے انگریزی دور میں نکلتے تھے اب اتنے بھی نہیں نکلتے۔ آخر کیوں؟

(۹) مسلم معاشروں اور مسلم قلوب و اذہان کو یکسر بدلنے کے لیے برساتی کیڑوں کی طرح نام نہاد غیر سیاسی بظاہر سماجی و رفاہی اور نام کے لحاظ سے "غیر سرکاری تنظیمیں" (NON-GOVERN

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

MENTAL ORGANIZATIONS) جنہیں عرف عام میں NGOs کہا جاتا ہے، قائم کی جائیں۔ چنانچہ ایک رپورٹ کے مطابق پاکستان میں فروری ۹۵ء تک ۹۲۰۰ NGOs رجسٹرڈ ہو چکی تھیں اور ہر تین گھنٹے پر ایک نئی NGO رجسٹرڈ ہونے کی اوسط ہے۔ جو رجسٹریشن نہیں کراتیں، وہ ان کے علاوہ ہیں NGOs کا دائرہ کار چند عنوانات تک محدود ہے۔

(الف) لڑکیوں کی تعلیم و تربیت (ب) عورتوں کی صحت۔
(ج) خاندانی بہبود اور آبادی میں اضافہ کی روک تھام (د) پینے کے صاف پانی کی فراہمی۔
(ہ) بچوں کی پرورش (و) ماحولیات کا تحفظ (ز) قبل از اسلام کے آثار ہائے قدیمہ کا تحفظ
(ح) فنون لطیفہ کا فروغ۔

یہ سارے یا بیشتر عنوانات غیر سیاسی بے ضرر بلکہ بظاہر آپ کے اور ہمارے نقطہ نظر سے درست یا درست سے قریب تر ہیں لیکن ان کی مدد سے پاکستان میں (اور بنگلہ دیش میں بھی اور دیگر مسلم اور سابق تیسری اقوام میں بھی) چالیس پچاس ہزار وائٹ کالر پیدا کر دیئے گئے ہیں جو لبرلزم، اباحیت، مادیت اور اپنی اقدار و روایات سے بغاوت کے چلتے پھرتے کارندے ہیں۔ ان میں بیشتر خواتین ملیں گی۔ یہ الگ دنیا ہے جو ہماری سوسائٹی میں ایڈز کے جرثومہ کی طرح انجیکٹ کر دی گئی ہے۔

(۵) مسلم معاشروں اور تیسری دنیا یا مشرق کی صدیوں سے جمی جمائی سوسائٹیز کو ادھیڑنے اور بے باک و بے حیا بنانے کے لیے سب سے خطرناک آلہ اور ہتھیار، جیسا کہ پہلے کہہ چکا ہوں، میڈیا کا استعمال۔ پرنٹ میڈیا بھی اور الیکٹرانک بھی۔ شاید آپ کو معلوم ہو کہ خلیج کی جنگ کے بعد ساری ترقی یافتہ دنیا کے میڈیا مین اور میڈیا کے سرمایہ کاروں کی یلغار ایشیا پر ہو رہی ہے۔ سال میں کئی سیٹلائٹ چھوڑے جاتے ہیں جن کے ذریعہ متعدد نشریاتی چینلز کام کرتے ہیں۔ اس وقت ایشیا کا سب سے بڑا میڈیا آسٹریلیا پرسٹ مڈوک نامی ارب پتی ہے جس کے والدین امریکہ سے آسٹریلیا جا بسے تھے۔ وہ یہودی ہے اور ۱۹۹۱ء سے مسلسل نئے نئے چینلز خرید رہا ہے۔ اسٹار ٹی وی کا پورا نیٹ ورک، جس میں برصغیر کا معروف ترین زی ٹی وی چینل شامل ہے، اس کی ملکیت ہے۔ پچھلے سال اس کے بارے میں رپورٹ چھپی کہ وہ جو نیٹ ورک چلا رہا ہے اس میں سالانہ پچاس ملین ڈالرز (ڈیڑھ ارب روپے سے زائد) کا خسارہ ہو رہا ہے۔ اس کے باوجود وہ چینل پہ چینل خریدے جا رہا ہے۔ آخر اس کا سبب کیا ہے؟ کیا کوئی تاجر اور وہ بھی یہودی، دنیا میں اتنے بڑے خسارہ کی سرمایہ کاری کرتا ہے اور کرتا چلا جاتا ہے؟ جب کہ آئندہ بھی منافع کا امکان بہت کم ہے۔ اس سوال کا سیدھا سا جواب ہے کہ یہ ایک ایسا مشنری کام ہے جو یہودی منصوبہ سازوں نے سو سال پیشتر طے کیا تھا۔ دنیا بھر میں بے حیائی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بے غیرتی اور اباحیت کا فروغ۔ راپرٹ مڈوک کے تمام چینلز میں یہ قدر مشترک ہے کہ وہ مشرق کی سماجی و اخلاقی قدروں کو بری طرح ادھیڑ رہے ہیں۔ جو الفاظ اور علامات ہمارے معاشرے میں معیوب سمجھے جاتے ہیں۔ ان کا بھرپور ابلاغ بھی ہوتا ہے اور آنکھوں، کانوں، دماغوں، دلوں اور احساسات و جذبات کو ان کا عادی بھی بنایا جاتا ہے۔ بے ہودگی، پھکڑپن، بے مقصدیت، عمل سے بے پروائی اور خواہشات کی دنیا کی سیر بھی ان چینلز کی خصوصیات ہیں۔ ہمارے ہاں کے ٹی وی چینلز نے بھی بڑی سرعت و تابعداری لیکن بدسلیقگی سے یہ سارے کام اپنے ذمے لیے ہیں اور اب ان میں پھکڑپن کا مقابلہ ہو رہا ہے۔ لگتا ہے کہ پوری قوم کو بھانڈ بنا دیں گے۔ ایک پاکستانی ٹی وی چینل کے افسر اعلیٰ نے دعویٰ کیا کہ ”ہم اپنی قوم کو یورپ اور امریکہ کی سطح پہ لے جانا چاہتے ہیں۔“ افسوس کہ وہ بے چارہ افسر اعلیٰ صرف گلا پھاڑنے، کمر تھرکانے، اوٹ پٹانگ حرکتیں کرنے، ہوسے کا عادی بننے اور تعیشات زندگی کی ناآسودہ آرزوؤں کی آگ میں جلنے میں اپنی قوم کی اہل مغرب سے ہمسری کرانا چاہتا ہے۔ اسے شاید خبر نہیں کہ ہماری قوم نہ گاڑی سڑک پر چلانا جانتی ہے، نہ پارک کرنا، نہ گاڑی پر چڑھنا یا اس سے اترنا۔ چار آدمی کسی دکان پر کھڑے ہو جائیں تو باہم دھکے دینے لگتے ہیں۔ نہ وقت کی اہمیت کا پتہ ہے، نہ صفائی ستھرائی کی عادت ہے۔ نہ محنت کا شوق ہے، نہ سلیقہ شعاری ہے۔ لیکن اس قوم کو ان باتوں کا درس ہرگز نہیں دیا جائے گا۔ البتہ مغربی معاشرے کی ساری غلاظتیں یہاں ضرور پھیلائی جائیں گی اور پھیلائی جا رہی ہیں۔

الیکٹرانک میڈیا کی یہ ایک جھلک ہے۔ سارے مسلم ممالک میں یہی ہو رہا ہے۔ ہم مغربی تہذیب کا تھنک ٹینک بننے کے پیچھے چل پڑے ہیں۔ ان کی خوبیاں، ان کی خوئے آزادی، ان کی صفائی ستھرائی، محنت اور دیانت وغیرہ ہمارے کام کی باتیں نہیں۔ الیکٹرانک میڈیا کے ساتھ پرنٹ میڈیا کا کردار بھی گھناؤنا نہیں۔ ہمارے ملک میں ایسے جرائد چھپ رہے ہیں جن میں ناگفتہ بہ تصاویر، رپورٹیں، خبریں، سرخیاں، چٹکلے اور تحریریں شائع ہوتی ہیں۔ یہ غلاظت TABLOID جرائد کے لیے مختص نہیں رہ گئی۔ اب تو اول درجے کے اخبارات بھی رفتہ رفتہ اپنے صفحات اس ناپاکی سے تر کرتے جا رہے ہیں۔ اشتہارات ساری دنیا میں عورت کے ہوئے سے بے نیاز چھپ سکتے ہیں لیکن ہماری تجارت و صحافت کے اعصاب پر یہ ایسی سوار ہے کہ پانچ لاکھ کی گاڑی کے ساتھ عورت کی تصویر دینا ضروری ہے۔ حالانکہ کوئی ایک خریدار بھی اس عورت کی تصویر کی وجہ سے گاڑی نہیں خریدے گا۔ غرض رفتہ رفتہ، زینہ بہ زینہ، قدم بہ قدم ہماری سوسائٹی کو مغرب کی پامال راہوں پہ لے جا کر دم کٹی لومڑی کی مانند بنانے کا عمل جاری ہے۔ جب یہ عمل آگے بڑھ چکا ہوگا تو ایمان و غیرت اور تحریک و جہاد کا دم خود بخود گھٹ چکا ہوگا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الیکٹرانک اور پرنٹ کا عالمی میڈیا آج کل جن ایشوز پر زیادہ دہشت پھیلا رہا ہے، ان سب کا تعلق بالعموم مسلم دنیا سے ہوتا ہے، بنیاد پرستی، دہشت گردی، منشیات فروشی، بموں کے دھماکے، مذہب کی طرف رجوع کوئی بھی عنوان لے لیجئے۔ مسلم معاشروں، مسلم اقدار، مسلم شخصیات، مسلم تحریکوں اور مسلم جذبات و احساسات پر نالیاں لگائے جاتے ہیں۔ لگتا ہے کہ اقبال نے "ابلیس کی مجلس شوریٰ" کے حوالے سے جو بات کہی تھی کہ "مزدکیت فتنہ فردا نہیں، اسلام ہے" اہل مغرب نے اسے اپنے دل و دماغ میں بسا لیا ہے۔ اسلام اور مسلم کا قلع قمع کرنے کا عمل جاری ہے اور بدقسمتی سے تمام مسلم دنیا کا اہل زر اہل اثر اور صاحب اقتدار و ریاست طبقہ مٹی کا ڈھیر بن چکا ہے یا کاٹھ کا الو ہے۔ استعماری ادارے جب اور جدھر چاہتے ہیں "اس کا منہ پھیر دیتے ہیں۔ یہ بیچارے اس سمت تک جاتے ہیں۔ حق کو ناحق، مظلوم کو ظالم اور روشنی کو تیرگی قرار دینے کا عمل جاری ہے۔ ساری دنیا میں اس کا ڈنکا بج رہا ہے۔ ابھی کانوں کے پردے پھٹے جاتے ہیں کل سر بھی گھومے گا۔ پھر دنیا ویسی ہی دکھائی دے گی جیسی مغربی استعمار دکھانا چاہتا ہے۔ آج کی میڈیا وار یعنی چوتھی عالمگیر جنگ کے فریق غالب کا یہ خواب ہے، مقصد اور ہدف ہے اور فی الوقت اس کے قدم تیزی سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ ایسے میں کم از کم پاکستانی معاشرے میں اسلامی حوالے، اسلامی امنگیں، اسلامی اہداف، اسلامی تحریک، اسلامی قیادت سب غیر متعلق بن چکی ہیں۔ اسلام کے نام پر بننے والی اور بار بار اٹھ کھڑی ہونے والی یہ قوم آج سودے بیوپاریوں کے لیے دل و جان چھڑکنا چاہتی ہے یا کم از کم ووٹ نچھاور کرنا چاہتی ہے۔ یہ اقداری تبدیلی آج کی میڈیا وار کی ایک نمایاں کامیابی ہے اور مستقبل قریب میں اس میں اضافہ ہی ہوگا۔

دوسری طرف اس اقداری تبدیلی کا یہ اثر ہے کہ میڈیا کے محاذ پر اسلامی قوتوں کے جو مورچے ہو سکتے ہیں وہ کم بھی ہیں اور بے آباد بھی۔ رابرٹ مرڈوک جیسے لوگ زائے نسٹ لابی کے چندوں سے ہماری تاریخ کا بہاؤ کنٹرول کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن اسلامی حوالوں سے بات کرنے والے اہل زر بھی اور عام طبقہ بھی (جو ہمیشہ نظریاتی تحریکوں کا اصل سرمایہ ہوتا ہے) درپیش ابلاغی چیلنجوں سے واقف نہیں۔ نہ اس کی جیب کے بٹن اس مد میں کھلتے ہیں۔ نہ وہ چند روپوں کا ایثار کر کے اپنے بچوں کی رگوں میں خون کی چند بوندیں دینا چاہتا ہے۔ حالانکہ آج بظاہر پھلتے پھولتے اشاعتی اور ابلاغی ادارے بھی چندوں سے بے نیاز نہیں۔ خواہ یہ چندے اشتہار کے نام پر ہوں یا کسی اور ڈھب سے۔ خود ہمارے ملک میں نہ جانے کتنے اشاعتی ادارے استعماری اغراض سے سمجھوتہ کر کے اور سودا چکا کر قائم ہو رہے اور چل رہے ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ اب کوئی سفارت خانے سے ڈالر کی تھیلی نہیں لیتا۔ وہ ملٹی نیشنلز کے اشتہارات اور مصنوعات کی تشہیر کے ذریعہ کروڑوں روپے "قانونی" اور "شفاف" طریقوں سے لیتا ہے۔ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا وار میں یہ سیکولر اور لبرل تہذیب

(بقیہ ص ۳۲ پر)

© rasailojaraid.com